خدا اور مذہب

(لارڈ رسل کے خیالات کا منطقی جائزہ)

میرے ہندوستانی مخلص احباب میں جو تقسیم ہند کے بعد پاکستانی ہو گئے ایک سید ظہور الحسن صاحب نقوی ایم، اے (رسول نگر ضلع گجرانوالہ پنجاب ہیں) انہوں نے کافی دن ہوئے کہ ایک انگریز مشہور مصنّف لارڈ رسل کی کتاب "تاریخ فلسفۂ مغرب" دیکھ کر محسوس کیا کہ وہ شدت سے منکر خدا ہیں تو انہوں نے خط وکتابت سے اُن کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرنا چاہا۔ ان کے خط کے جواب میں لارڈ رسل نے لکھا کہ " میری کتاب " میں کیوں نصرانی نہیں ہوں"، پڑھ لیجئے"۔ اس بنا پر سید صاحب نے وہ کتاب خریدی اور اُس کے کچھ مضامین کا خلاصہ تبصرہ کے لیے میرے پاس بھیج دیا۔

چنانچہ ذیل میں لارڈ رسل کے کچھ فرمودات پر مجملاً منطقی تبصرہ کیا جاتا ہے۔

سید صاحب یا کوئی اور صاحب اصل انگریزی کے اقتباسات دے کر میرے معروضات کی روشنی میں انگریزی ہی میں اُس پر ریویو فی الجملہ تفصیل کے ساتھ لکھ دیں تو میری اس کاوش قلمی کا کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ والسّلام۔

علی نقیّ النّقوی

۳ رجمادی الثانی ۱۳۹۰ھ (علی گڑھ)

لارڈ رسل کے نام کے ساتھ واوین (" ") کے بعد اُن کا کلام ہے اور اس کے ختم ہونے پر دوسرے داوین (' ') کے بعد جو ہے وہ میرا تبصرہ ہے۔

(۱)

لارڈ رسل :-

"میں تمام ادیان عالم یعنی بدھ مت۔ ہندومت، نصرانیت اور اسلام کو جھوٹا اور نقصان دہ سمجھتا ہوں۔ نہایت آسان اور قابل فہم منطق یہ ہے کہ چوں کہ یہ سب ادیان آپس میں شدید اصولی اختلاف رکھتے ہیں۔ اس لیے ان میں سے ایک بھی سچا نہیں۔"

جس منطق کو بہت آسان اور قابل فہم کہا جارہا ہے اس کے لیے یہ منطقی بات کیا غور کے قابل نہیں ہے کہ آپس میں شدید اصولی اختلاف رکھنا اس پہ تو دلالت یقیناً کرتا ہے کہ یہ تمام ادیان ایک ساتھ حق نہیں ہیں لیکن ان میں سے ایک حق ہو اور باقی باطل ہوں تو اس صورت میں لازماً کیا اختلاف نہ ہوگا؟

پھر جب کہ اختلاف ہونے کی صورت میں عقلاً دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ یہ بھی کہ سب باطل ہوں اور یہ بھی کہ ایک حق ہو اور باقی باطل ہوں یعنی وجود اختلاف عام ہوا اور باطل ہونا تمام کا (بلا استثناء) خاص ہے کیونکہ اختلاف کی صورت کی یہ ایک ممکن شکل ہے جس کے ساتھ دوسری شکل بھی موجود ہے کہ ایک ان میں سے حق ہو اور باقی باطل ہوں اور منطقی طور پہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عام کی دلالت خاص پہ نہیں ہوتی تو وجود اختلاف سب کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ اس اختلاف کے بعد عقلاً فکر و نظر اور تحقیق و تفتیش کی ضرورت ہے کہ ان میں سے کوئی ایک حق تو نہیں ہے اور اگر کوئی ایک حق ہے تو وہ ان میں سے کون ہے؟

(۲)

رسل "صنعت تخلیق کی دلیل کو ڈارون نے پاش پاش کر دیا"

اوّل تو ڈارون کا پورا تصور صرف ظنّی اور تخمینی باتوں پر مبنی ہے جس کے لیے بلا وجہ پروپیگنڈ کیا جاتا ہے کہ وہ مشاہدہ پر مبنی ہے حالاں کہ بعض کڑیاں اُس کی اب تک مشاہدہ میں نہیں آئیں اور اُن کی خانہ پری صرف خیال آرائیوں سے کی جاتی ہے۔

پھر یہ کہ ڈارون کے فلسفہ سے صرف تخلیق کے روایتی نظام میں شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے ہیں لیکن کائنات میں حکیم مصالح کا وجود جو ایک صانع حکیم کی ہستی کا پتہ دیتا ہے ڈارون کے خیالات سے بھی شکستہ نہیں ہوتا اور اسی لیے یورپ کے سائنس دانوں میں وجود خدا پر عقیدہ بڑھتا جاتا ہے، اگر وجود خدا کا قلعہ جیسا کہ رسل کا خیال ہے ڈارون نے پاش پاش کر دیا تو جوڈ وغیرہ جو ڈارون کے بعد پیدا ہوئے ہیں خدا کے وجود پر کتابیں کیوں لکھ رہے ہیں۔؟

(۳)

رسل:۔ "میں کہتا ہوں کہ کیا ایک قادر و ناظر و کریم معبود جو اپنی بہترین مخلوق انسان کو لانے کے لیے لاکھوں سال تک کائنات کو سنوارتا اور سجاتا ہے، اس بات سے خوش ہو سکتا ہے کہ وہ انسان جب اپنے اوج کمال پر پہونچے اور ستاروں اور سیاروں پر کمند ڈالنے لگے تو اس میں سے ہٹلر، اسٹالن اور ہائیڈروجن بم پیدا ہوں؟"

اس میں متعدد لغزشیں ہیں، سب سے پہلے بہترین مخلوق ہونا رسل کے خیال میں شاید بہترین مخلوق کا معیار یہ تھا کہ انسان جبراً بہتر پیدا ہو، صفات نیکی اور بھلائی کا پابند پیدا کیا گیا ہوتا تو پھر یہ انسان بہترین مخلوق ہوتا ہی کہاں؟ وہ تو ایک پتھر، گھانس، پھونس اور درخت، چرند و پرند، سب کی طرح کچھ خاص خواص اور قوانین کا غلام ہوتا، اُس کی بہتری تو اُس کے جوہر اختیار سے وابستہ ہے اور اسی اختیار کے جوہر کا محسوس ثبوت یہ ہے کہ اُس میں "موسیٰ" بھی ہوتا ہے اور فرعون بھی،

ابراہیم بھی اور نمرود بھی اور آخر میں ہٹلر اور اسٹالن بھی۔ اور خطا معاف لارڈ رسل بھی جو اس کے وجود کا انکار کر رہے ہیں اور میں بھی جو اُن کا جواب دے رہا ہوں۔

یہ کہ "کیا وہ اس سے خوش ہو سکتا ہے کہ ایسے اشخاص اُس میں پیدا ہوں" اس کا جواب یہ ہے کہ خوش کبھی نہیں ہوتا بلکہ غضبناک ہوتا ہے مگر اس غضب کا اظہار اُس کی طاقتِ اختیار کے سلب کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ انھیں موقع دینے سے ہوتا ہے کہ جتنا ان کا امکان ہے وہ شرارت اور شیطنت کر لیں، پھر وہ اُن کے عمل کی پاداش جو ہو وہ انھیں دیتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ مادی ترقی جس سے ہٹلر، اسٹالن اور ہائیڈروجن بم پیدا ہوئے ہیں انسان کا اوج کمال ہے ہی نہیں بلکہ انتہائی انحطاط ہے جو اس کے سوءِ اختیار کا نتیجہ ہے اوج کمال کا مظہر تو وہ افراد انسانی ہیں جو طاقت و اختیار رکھتے ہوئے عملاً فرشتہ رہے، اس لیے فرشتوں سے بہتر ہو گئے۔

(۴)

رسل :- "کہا جاتا ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز کا ایک سبب ہے۔ جب آپ پیچھے کو ہٹتے جائیں گے تو اسباب علل کا ایک ذخیرہ بن جائے گا اور آخر میں آپ خدا تک پہونچیں گے۔ تو خواہ مخواہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی علت کیا ہے؟ یعنی جب آپ کہتے ہیں مجھ کو خدا نے بنایا۔ پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ خدا کو کس نے بنایا؟ یہ سادہ سا سوال اس دلیل کے التباس کو واضح کر دیتا ہے۔"

یہ جسے چودہ سو برس کے ذہنی ارتقاء کے بعد لارڈ رسل سا شخص ایک منطقی سوال کی طرح سامنے لا رہا ہے، دورِ جاہلیت کے خوگر سادہ دماغوں کی طرف سے بطور ایک وسوسہ کے پہلی ہی صدی میں سامنے آ گیا تھا جس کا ذکر دوسری صدی میں تدوین شدہ صحیح مسلم کی کئی حدیثوں میں موجود ہے۔ مگر یہ سوال قطعاً بے بنیاد ثابت ہو گا جب یہ سمجھ لیجئے کہ اس میں علتِ اولیٰ کی جو دلیل پیش کی گئی ہے اُس کے بنیادی جزء میں جو منطق کے لحاظ

"کبریٰ" کی حیثیت رکھتا ہے ایک ذرا سا مگر بہت بڑا تصرف کر دیا گیا ہے۔

وجود خدا کی دلیل کا مقدمہ یہ دیا گیا ہے کہ "اس کائنات میں ہر چیز کا ایک سبب ہے" اس جملہ میں "اس کائنات" کے بجائے اصل دلیل میں "ممکنات" کی لفظ ہے یعنی جملہ یوں ہے کہ ممکنات میں ہر شے کا ایک سبب ہے" اور اس دلیل کا تتمہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ختم ہونا چاہیے ایک ذات پر جو واجب الوجود ہو وہ واجب الوجود ذات خدا ہے۔

اب رسل صاحب کا سوال ختم ہو گیا۔ بے شک خدا کو بھی "ممکن" سمجھا جائے تو اس کے لیے بھی خالق کی ضرورت ہو گی مگر پھر وہ خدا ہو وے ہی گا کب؟ خدا تو نام اسی کا ہے جو واجب الوجود ہو اور جب واجب الوجود ہے یعنی بذات خود موجود ہے، تو اس کے لیے علت سبب پیدا کرنے والے کا سوال اٹھانا غلط ہے۔

(۵)

رسل :۔ "نظام کائنات میں نوامیس فطرت کار فرما ہیں۔ پھر خدا خود پابند قانون ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ نوامیس فطرت اوامر الٰہی سے خارج ... خدا سے ماقبل ہیں"۔

ظاہر ہے کہ ایک انسان کے مزاعم و خیالات خود اس کے لیے دلیل نہیں بن سکتے۔ رسل نے نوامیس فطرت یعنی نظام عادت کو ناقابل تبدیل مان لیا تو یہ نتیجہ نکلا کہ خدا خود پابند قانون ہے۔ لیکن ہمارے سامنے واقعات ہیں کہ جہاں نوامیس فطرت شکستہ ہو گئے۔ آگ کا کام جلانا ہے مگر وہ نہیں جلاتی۔ پانی کا کام ڈبونا ہے مگر نہیں ڈبوتا۔ جسم انسانی کشش مرکز سے زمین کی طرف آتا ہے مگر ایک انسان ہے جو اس کشش کے حدود سے نکل کر فضائے بسیط کا سفر کرتا ہے اور پھر ارادتاً واپس آتا ہے اس لیے نوامیس فطرت کے نظام کو ہم کسی قانون گزار کا فعل ارادی ماننے پر مجبور ہیں، خدا اپنے نظام حکمت کے تقاضے سے عام طور پر ارادۃً قانون کو قائم رکھتا ہے مگر جب چاہتا ہے تو شکستہ بھی کر دیتا ہے تو قانون اس کا پابند ہوا۔ وہ قانون کا پابند نہیں ہوا۔ اور اس لیے لازماً نوامیس فطرت اس کے بعد ہیں۔ جس ذات کا "نقطہ" ابتدا کوئی ہو ہی نہ ۔

یعنی خدا۔ اس سے ماقبل کا تصور ہی کہاں ممکن ہے۔

(۶)

رسل :۔ "کہتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز اس طرح خلق کی گئی ہے کہ ہم اس میں سہولت سے بسر کر سکیں اور اگر یہ ذرا مختلف ہوتی تو ہم اس طرح نہ رہ سکتے۔ مگر ڈاروِن کے وقت سے ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ زندہ مخلوق اپنے ماحول میں ڈھل جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ ماحول ان کے مناسب حال بنا دیا جاتا ہے بلکہ وہ ماحول کے مطابق ہو جاتی ہے۔"

اگر یہ بات کلیتہً ٹھیک مانی جائے تو مچھلی کو پانی کے باہر آ کر مرنا نہیں چاہیئے اور انسان کو پانی کے اندر جا کر ڈوبنا نہیں چاہیئے بلکہ ہر ایک اپنے کو ماحول کے مطابق بنائے اگر ایسا ہوتا تو ہم مان سکتے کہ پانی نہ ہوتا، ہوا نہ ہوتی تو بھی زندہ مخلوق کسی نہ کسی طرح اپنے کو ماحول کے مطابق ڈھال لیتا۔ پھر معلوم نہیں سیّارات پر جانے والوں کو یہ فکر کیوں ہے کہ وہاں بغیر ہوا کے زندہ کیونکر رہیں گے؟ لہٰذا ہوا کا ذخیرہ اپنے ساتھ لے جانا چاہیئے۔

یہ مشاہدہ تو بتلاتا ہے کہ بسر کرنے کے سامان پہلے مہیّا ہوتے ہیں۔ تب ان ضروریات کی محتاج مخلوق وہاں لائی جاتی ہے۔

(۷)

رسل :۔ "پروفیسر کانٹ نے مذکورۂ بالا ہر سہ دلیل کو بالکل قطع کر دیا مگر ایک نئی دلیل وجود خالق پر ایجاد کر دی اور وہ اخلاقی دلیل ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔"

قطع نظر اس سے کہ کانٹ نے مذکورۂ بالا دلیلوں کی رد جو کی وہ درست ہے یا نہیں اور جو خود اپنی دلیل قائم کی وہ مستحکم ہے یا نہیں جناب رسل نے اُس کی رد میں جو کہا ہے، اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

رسل :۔ "کانٹ کا کہنا ہے کہ اچھے اور بُرے کا کوئی انجام ہونا چاہیئے

اس کے لیے روز آخرت کی ضرورت ہے اور آخرت کا فیصلہ بغیر خدا کے وجود کے نہیں ہو سکتا
مگر ہم کہتے ہیں کہ جب دنیا میں عدل نہیں تو آخرت میں عدل کہاں ہو گا "
جناب رسل نے جواب میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اسے منطق میں تمثیل کہتے ہیں اور دفعہ میں "قیاس"
اس سے ہمیشہ گمان پیدا ہوتا ہے جو بہت دفعہ غلط ہوتا ہے۔
پھر قیاس مع الفارق تو سب ہی کے نزدیک غلط ہے۔ دنیا جب عمل کا میدان قرار دی
گئی ہے تو اس میں اچھے برے سب کو ہر طرح کی آسانیاں ہونا ہی چاہئیں۔ آخرت کا جو منزل
جزا و سزا ہے اس پر قیاس کہاں درست ہو سکتا ہے؟ یہ ایسا ہے جیسے کہا جائے کہ جب
امتحان کے کمرے میں قابل اور ناقابل کا کوئی فرق نہیں اور سب کے لیے یکساں طور پر آسانیاں
ہیں تو بھلا نتیجہ میں فرق کہاں ہو سکتا ہے؟ کیا یہ منطق مضحکہ خیز نہیں ہے؟
یاد رکھنا چاہیئے کہ آخرت میں عدالت ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ اس دنیا میں اُن
لوگوں کو جو بڑے سے بڑے جرائم کے ارتکاب کے جراثیم رکھتے ہیں پورا پورا موقع نہ دیا جائے
کہ وہ جو کرنا چاہیں کر سکیں۔

(۸)

لارڈ رسل انبیاء و مرسلین اور رہنمایان دین کا امی اور (معاذ اللہ) جاہل کہہ کر استخفاف
کرتے ہیں حالاں کہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح وجود ممکنات کے سلسلہ کو ایک واجب الوجود
تک منتہی ماننا ضروری ہے (چاہے رسل اُسے نہ مانیں) اسی طرح "علم" اگر واقعی علم ہے تو اسے
آخر میں "علم وہبی" پر منتہی ماننا لازم ہے۔ انبیاء اسی علم وہبی کے حامل ہوتے تھے جس کے
نتیجہ میں دنیا ہر صحیح علم میں پھر نظر و اکتساب سے آگے بڑھی۔
اگر صرف کتابوں کا پڑھنا معیار علم ہے تو وہ مصنفین جن کے تصانیف نصاب درس
میں داخل ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ ان تصانیف کو پڑھے ہوئے نہ تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس
سے وہ جاہل تھے مگر انہوں نے ایسی کتابیں لکھ دیں جن کو پڑھ کر لوگ آج عالم بنتے ہیں۔
ایسے ہی انبیاء دنیا کی کتابوں کے علم کو پڑھ کر عالم نہیں کرتے تھے مگر اُن کے ذریعہ سے

دنیا میں بے شمار علماء پیدا ہو گئے۔

(۹)

رسل :- "ہماری علمی دنیا میں یہ رجحان ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ مذہبی تعلیم سچی ہے یا نہیں، دیکھنا یہ چاہیئے کہ وہ تعلیم مفید ہے یا نہیں"
یہ دنیا جسے علمی دنیا کہا گیا ہے اگر کوئی جاہلانہ رجحان قائم کرے تو وہ صرف اس لیے کہ "علمی دنیا"، کی طرف نسبت رکھتا ہے صحیح تو نہیں ہو جائے گا۔ فائدہ اور نقصان کے اقدار ذہنیت کے لحاظ سے بدلتے ہیں یوں تو ایک ڈاکو کے نزدیک ، وہ کاروبار بہت مفید ہے مگر اخلاق کے نقطۂ نظر سے وہ انتہائی تباہ کن ہے، ویسے ہی یہ خیال کہ کوئی عقیدہ غلط بھی ہو تو اس کی غلطی میں کوئی حرج نہیں جب کہ وہ مفید ہو۔"
علم کا فیصلہ حقیقتہً یہ ہے کہ ذہنی گمراہی یعنی غلط یات کا ماننا خود ہی بہت بڑا نقصان ہے۔
اگر رسل صاحب کے پیمانہ پر نا پا جائے تو الٰہیات ہی نہیں بلکہ ریاضی اور فلسفہ اور تاریخ کے کلاسوں کو بھی یونیورسٹیوں سے توڑ دینا چاہیئے اس لیے کہ اس میں نقصان ہی کیا ہوتا ہے کہ دو اور دو کے مجموعہ کو پانچ مان لیا جائے۔ اور اس سمجھنے میں بھلا افادیت ہی کیا ہے کہ اہرام مصر کے بانی کون لوگ تھے؟ اور اس سمجھنے سے فائدہ ہی کیا ہوگا کہ اشوک کا زمانۂ حکومت قبل مسیح تھا یا بعد مسیح وغیرہ وغیرہ۔
یہ تصور اگر علمی دنیا کی اُن سرگرمیوں سے جو ان دنوں میں ہو رہی ہیں غلط ثابت ہوتا ہے تو مذہب پر بھی یہ اعتراض کہ عقائد کتنے ہی غلط ہوں بس یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ مفید ہیں یا نہیں، غلط قرار پانا چاہیئے۔

(تمام شد)